

# اسد ابراہیمی

ایچ اور مین تمدن است مینڈیش دیا  
میں ازیں راہ خطا باشد میں تاکنی  
وہ نے اپنے ابتدائی عہد میں ایک زمانہ وہ  
بھی دیکھا ہے جب انسانی تمدن کی بدیع اللہ ترقی  
نے قدرت اور بندوں میں کوئی حد فاصل باقی  
نہیں رہی تھی۔ قدرت کے صہارا راہ آشکارا ہو  
پہنچتے اور بس قدر حیرت انگیز قدرتی  
عادتیں مخفی تھیں۔ اسان نے تقریباً سب سے کام  
یہاں تک لیا تھا۔

تک 'پانی' ہوا، مٹی کوئی چیز ایسی نہ تھی جس  
پر انسان نے حکومت نہ کی ہو۔ سیارہ زمین کی  
عنان اختیار گویا ہاتھ میں تھی۔ اتنا ہی نہیں بلکہ  
فضائے محیط کے کروں اور سیاروں کو بھی ایک  
طرح سے اپنا بنا لیا تھا اور اپنی ضروریات میں ان  
کی مہیب طاقتوں سے بھی نہایت آسانی و سہولت  
کے ساتھ فائدہ اٹھا سکتے تھے۔

نقولا تسلا (کولس ٹازلے) کو جوڑ مرچ کی  
آبادی سے تعلقات پیدا کرنے میں کامیابی نہیں  
ہوئی ہے۔ لیکن تاریخ کو اس ابتدائی زمانے کی  
علمی و عملی ترقی پر حیرت ہے کہ زمین والے  
آسمان تک پہنچ گئے تھے اور آسمانی آبادی سے جو  
چاہت تھے کام لیتے تھے۔ بستیاں بساتے، شر کے  
برق بناتے تو اس کا قبہ آسمان تک پہنچا دیتے۔  
سیرکاپیں اس شان کی ہوتیں کہ مکانات ہیں  
تعمیرتیں ہیں، محل سرائیں ہیں، آبادی ہے اور  
اوپر نظر اٹھاؤ تو ایک وسیع اور بہت ہی وسیع بانگ

آویزاں ہے۔ شہر میں آئینہ و روند کی چہل پھل  
ہے۔

سڑکیں ہیں، گاڑیاں ہیں، دکائیں ہیں اور  
اوپر دیکھئے تو ایک عظیم الشان دریا لہریں مار رہا  
ہے۔

یہ عجیب و غریب مدنیست کھدائیوں کی  
تھی جو ارض عراق کے فرمانروا تھے۔ جن کی  
جلالت کا یہ عالم تھا کہ تورات کے پیغمبر بھی انہیں  
عشر (مخسول) دیتے تھے اور ان کے قانون سے  
تایف تورات میں مد لیتے تھے۔

علم حق کو لیکر خطرناک و سنگلاخ وادیوں  
میں قدم رکھنا چاہئے۔ تاکہ طلسم فریب  
ٹوٹے جائے اور پھر دنیا میں خدا کی بادشاہی  
قائم ہو جائے

دسائل تمدن کی فراہمی و فروانی ایک عالم کو  
سرکش بنا چکی ہے۔

ان الانسان لیطغی ان راہ استغنی۔

(سورہ اقرآء)

ایک ذرا سی ملکی و مالی عظمت جو انسان کو  
انسانیت سے گرا دیتی ہے۔ جو اس قدر مغرور بنا  
دیتی ہے کہ لندن نامس کے صفحات پر زبان  
سیاست کو اس اعلان سے بھی باک نہیں ہو تاکہ  
ایک معمولی انگریز سپاہی کے مقابلہ میں  
تمام ایرانی آبادی کی کچھ وقعت نہیں۔ جو ایک  
بااختیار ملکہ حیثیت میں ایک غاصب و ظالم و  
خونریز سلطنت کو انسانی قتل عام پر مبارکباد دیتی

ہے۔ جو ایک فرمانروا سے یہ نصیبت ظاہر کرائی  
ہے کہ ایک ملک کو چند قوتیں پالنا کراہیل ہیں  
اور اب اسے مجبور کرتی ہیں کہ اس پالنے پر قانع  
ہو جائے۔ جس نے ۲۵ برس پہلے ایک وزیر اعظم  
کی زبان سے ایک ایسے ملک کا خون چوس لینے  
کی تلقین کرائی تھی جو خود اسی کا محکوم تھا جس پر  
اس کی ثروت کی بنیادیں قائم تھیں جو اس کے  
تاج سلطنت کا درخشندہ گوہر مانا جاتا تھا اور جس  
کے باشندوں نے اپنا ملک و مال خود اس کے  
تصرف میں دے کر اسے مطلق العنان کر دیا تھا کہ:

مخابا کیا ہے؟ میں ضامن ادھر دیکھ شہیدان لگے کا  
خون بہا کیا؟

غرض کہ وہی عظمت جب اپنے انتہائی مظاہر  
میں نمایاں ہوں تو انسان میں کہاں تک سرکشی نہ  
آئے گی؟ مادہ کی الوہیت کھدائیوں پر چھا گئی  
تھی، خدا کو بھول گئے تھے اور بندگان خدا کے  
ساتھ اسی ظلم اور زبردست آزاری کے ساتھ  
پیش آتے تھے جو آج موجودہ تمدن کی نمایاں  
خصوصیات میں سے ہے۔

کلکتہ، بمبئی، برلن اور لندن میں جس طرح  
غٹمائے رجال کے جا بجا بت نصب ہیں۔ اسی  
طرح کھدائیوں نے بے شمار مجسمے قائم کر رکھے  
تھے اور ان کی بے انتہا عزت کرتے تھے۔ چونکہ  
قدرت نے روئے زمین سے تاریکی مٹائی تھی۔  
اس لئے اسی قوم اور اسی ملک سے ایک ایسے  
نامور اور عظیم الشان خدا کیس کو اٹھایا جس نے



اپنی بیویوں کو پستادو ہو، خود ہی بیویوں کا  
ہیں؟ نہ کسی کو کچھ نفع پہنچائیں اور نہ نقصان؟  
تک ہے تم پر اور تمہاری ان بیویوں پر، جن کو  
تم خدا کو چھوڑ کر پوجتے ہو۔ یہ کیا ہے کہ انہیں  
ظہر اور کھلی بات بھی تمہاری سمجھ میں نہیں  
آتی؟

جب وہ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے  
ماہر آگئے تو اور تو کچھ نہ کر سکتے تھے، انھوں  
سے پاگل ہو کر آپس میں شور مچاتے تھے کہ میں  
اگر کچھ کرنا ہے تو اس کو میں نواہی سے کہ اس  
بے بات شخص کو آگ میں ڈال کر جلا دو اور  
اس طرح اپنے قوموں کی حمایت کرو۔

جنگ و جدوجہد کر رہے تھے تو ہم بھی اپنی  
قدروں سے غافل نہ تھے۔ ہم نے اپنی قدرت کا  
ظہر کیا اور کہا کہ اسے آگ لٹھری ہو جا اور  
ابراہیم علیہ السلام کے لئے سلامتی۔ انسانوں  
نے بارگاہی الٰہی کو نقصان پہنچانا چاہا تھا پر  
ہم نے ان کو ناکام و خاسر کیا۔

ظاہر تو یہ ایک قصہ ہے اور بدقسمتی سے  
اب تک اسی معیشت سے اس پر نظر ڈالی گئی  
ہے۔ مگر غور کیجئے تو قرآن کریم نے اپنے انداز  
خاص میں ایک دفتر معارف کھول دیا ہے جس  
کے ایک ایک لفظ کے اندر صدبارہ رموز اخلاق و  
سیاست اور حقائق و نوا میں اصلاح و دعوت  
پوشیدہ ہیں۔ مہلت ملے تو اس واقعہ کے ایک  
ایک نکتے پر ایک ایک مقالہ مستقل طور پر  
لکھنا چاہئے۔

سرمدت صرف چند مناسب وقت اشارات  
آپ کے سامنے ہیں۔

فکر و تدبیر سے کام لیجئے تو اس واقعہ سے  
پہنہ خاص نتائج حاصل ہوتے ہیں۔

۱۔ جس ملک میں ظلم عام ہو گیا ہو خدا اور بندوں  
کے حقوق سر مشق تعدی و تجاوز ہو رہے  
ہوں۔ شرک جیسے ظلم عظیم کے ارتکاب میں  
بانہ نہ ہو، اللہ کو چھوڑ کر، ساری طاقتوں اور

انسانی قوتوں کے آگے سر جھکے ہوں۔ وہاں ہر  
اس شخص کا جس میں ایک ذرہ بھی ایمان و اسلام  
ہو، یہ ایک مقدس فرض ہے کہ مظالم و مفاسد  
کے استیصال کے لئے آمادہ ہو جائے اور بغیر کسی  
مدد و اتفاق کے، کمال آزادی اور نڈر اور  
سبہ پاک لب و لہجے میں خدا کے بندوں کو خدا  
کی جانب بلائے، اسلام کی علانیہ دعوت دے اور  
کفر و ظلمات کے مٹانے میں ذرا بھی متامل نہ  
ہو۔

۲۔ خدا کو استبداد پسند نہیں۔ جو لوگ ارباب  
اقتدار ہوں دولت و حکومت رکھتے ہوں، انسانوں  
پر ان کا تصرف ہو، دنیا کی ہر ایک چیز پر انہیں  
فرمانروائی کی طاقت دی گئی ہو، پھر اتنی سب  
نعمتیں ملنے پر بھی خدا کو بھول جائیں۔ مستبد بن  
نہیں، قانون الٰہی کو توڑنے لگیں۔ نظام اسلام  
کی توہین کریں، استبداد میں اتنا غلو رکھتے ہوں کہ  
انسان ہو کر خدا بن جائیں اور اپنے آئین  
استبداد کے خلاف کسی کی کچھ سماعت نہ کرتے  
ہوں، تو ایسی قوم کو اس کی غلط کاریوں سے علانیہ  
آگاہ کر دینا چاہئے۔ علم حق و معروف لے کر  
مفاسد و منکرات کے خلاف آمادہ جہاد ہونا چاہئے  
اور نہایت آزادی و استقلال کے ساتھ اس طرح  
خطرناک و سنگناخ وادی میں قدم رکھنا چاہئے کہ  
یہ ظلم فریب ٹوٹ جائے اور دنیا میں پھر خدا کی  
بادشاہی قائم ہو جائے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو توحید و  
صداقت کی دعوت و ارشاد پر سخت سے  
سخت تکالیف برداشت کرنا پڑیں

۳۔ علم کی حدیث مشہور ہے:

من رأى منكماً منكراً فيغيره بيده  
فإن لم يستطع فبأسه فإن لم يستطع  
فبلسه ذلك أضعف الإيمان۔

اس حدیث کو ہم نے بار بار سنا ہو گا، مگر  
بھی اس کی تعلیم کے اصول و حقیقت پر نظر نہ

ڈالی ہو گی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اسوہ  
حسنہ سے اس کے سمجھنے میں مدد لو۔ یہ حدیث  
بتلائی ہے کہ قانون الٰہی کے منشاء اور احکام کے  
خلاف جہاں کوئی ایک برائی بھی نظر آئے معاہر  
شخص پر لازم ہے کہ اپنے زور بازو سے اس کے  
مٹانے کی کوشش کرے۔ یہ خصوصیت حقیقی  
ایمان داروں کی ہو گی۔ لیکن جس میں اتنی قوت  
نہ ہو وہ زبان سے برا کئے اور برائی کے خلاف  
آواز بلند احتجاج (پروٹسٹ) کرتا رہے۔ اس مذاق  
کے لوگ اس طرح ناقص الایمان سمجھے جائیں  
گے۔ جس سے یہ بھی نہ ہو سکے وہ کم از کم  
اپنے دل ہی میں اس تک کو ساکتا رہے۔ یہ  
ایمان کا بالکل ہی آخری اور بہت ہی ضعیف و  
کمزور درجہ ہے۔ لیکن جو ظلم ہیں اتنا احساس بھی  
نہ رکھتی ہوں ان میں فرائض کی نواہ کتنی ہی  
پابندی موجود ہو۔ مگر یقین کر لینا چاہئے کہ ایمان  
سے ان کو مطلق سروکار نہیں۔

مگر یاد رہے کہ ازالہ منکرات و مفاسد کے  
لئے دل میں کڑھنے اور زبان سے نالہ و فریاد  
کرنے کی صورتیں اسی وقت تک کے لئے ہیں  
جب تک کہ ان سے کشور کار ممکن ہو۔ جہاں ہر  
باتیں بے سود ہوں، وہاں ایمان کا صرف ایک ہی  
مظہر ہے اور وہ یہی ہے کہ اپنے آپ کو استعمال  
طاقت کے قابل بنا لیں اور پھر اس طاقت سے  
منکرات اور مفاسد و مظالم کو مٹائیں۔

براءة من الله ورسوله إلى الذين  
عاهدتم من المشركين۔ (التوبة ۱)  
ترجمہ :- جن مشرکین کے ساتھ تم نے عہد کر  
رکھا تھا اب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی  
طرف سے انہیں صاف جواب ہے۔

وان تولىتم فاعلموا انکم غیر معجزی  
الله و بشر انکم کفروا بعد اب الیم۔  
(التوبة ۳)

ترجمہ :- اگر اب بھی تم پھرتے رہو تو جان رکھو  
کہ تم اللہ کو مایوس نہ کر سکتے، اور کفروں کو

لا یستأذنک الذین یؤمنون باللہ والیوم  
الآخر ان یجاهدوا باموالہم و انفسہم واللہ  
عنیم بالمستقین۔ انما یستأذنک الذین لا  
یؤمنون باللہ والیوم الآخر وارتابت قلوبہم  
فہم فی ربہم ینرددون۔ (۲۰-۲۵)

ترجمہ :- جو لوگ خدا کا اور روز آخرت کا یقین رکھتے ہیں وہ تو تم سے اس بات کی رخصت مانگتے ہیں کہ اپنی جان و مال سے شریک جہاد نہ ہوں، تم سے خواہاں اجازت تو وہی لوگ ہوتے ہیں جو اللہ اور روز آخرت کا یقین نہیں رکھتے اور ان کے دل میں شک پڑے ہیں پس وہ اپنے شک کی حالت میں حیران و سرگرداں پھر رہتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعات صاف بتا رہے ہیں کہ ایسی حالت میں کیا طریقہ اختیار کرنا چاہئے؟ دنیا میں اس وقت وہی ایک مسلمان تھے مگر نہ یہ تنہائی انہیں دعوت الی الحق سے مانع ہو سکی اور نہ انہوں نے رد مظالم اور تغیر منکر کے لئے صرف وظیفہ قلب و زبان تک ہی کفایت کی، جب یہ کوشش سود مند ہوتے نہ دیکھی تو دست و بازو سے بھی طاقت آزمائی کے لئے آمادہ ہو بیٹھے۔ پس ایمانداروں کے لئے ضروری ہے کہ اس کی پیروی کریں۔

۳۔ دعوت الی الحق کی ابتداء اپنے گھر سے چاہئے۔ یہی صورت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اختیار کی اور اسی کی تعلیم اظہار دعوت کا حکم دیتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کو دی گئی تھی کہ:

والندبر عشیرتک الاقربین۔

ترجمہ :- اپنے قریب ترین اعزہ کو ڈراؤ۔

ان مبادی میں کامیابی ہو یا ناکامی، نام تجریہ و اختیار اور بصیرت کو اس سے مدد ملے گی اور پھر دعوت عام کے لئے اسکیم مرتب کرنے میں صرف دماغ کی قوت مستقیمہ ہی پر زور دینا نہ پڑے گا بلکہ تجریہ و عمل کے نتائج سامنے ہوں

گے۔

۵۔ دعوت الی الحق کو 'مدالنت' پس مراتب' لحاظ' عظمت سے کچھ سروکار نہیں۔ کسی بزرگ کی بزرگی یا کسی عزیز کی محبت کا اس پر کوئی اثر نہ پڑنا چاہیے۔ اولاد پر والدین سے زیادہ کس کے احسانات ہوں گے؟ لیکن دیکھتے نہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جو کچھ کتنا تھا سب سے پہلے اپنے باپ ہی سے کہا اور جو کچھ کرنا تھا اس کے انجام دینے میں باپ کے حقوق ابوت ذرا بھی مانع نہ ہو سکے۔

اگر حقیقت کو اخلاص کیساتھ موثر انداز میں پیش کیا جائے تو سخت سے سخت منکروں کے سر بھی جھکا دیتی ہے۔

۶۔ ایسا صداقت اور اقامت اور عدل کے مخفی تدابیر بھی کرنی پڑتی ہیں۔ پوشیدہ طور پر کید و تدبیر سے بھی کام لینے کی حالت پڑتی ہے اور اس مدعا کے لئے یہ تمام باتیں جائز و درست بلکہ ضروری و لازم العمل ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بت خانے میں کیا کیا تھا؟

۷۔ کفر و شرک و استبداد نے دلوں میں خواہ کسی ہی تاریکی پھیلا دی ہو؟ انسان اپنی انسانیت سے کتنا ہی گزر کیا ہو، امتیاز حق و باطل کی طاقتیں مردہ ہی کیوں نہ ہو جائیں، تاہم حقیقت ایک ایسی چیز ہے کہ اخلاص کے ساتھ موثر انداز میں جب اس کو پیش کیا جائے گا تو سخت سے سخت منکروں کے سر بھی اس کے آگے جھک جائیں گے۔ مستبدین کے غرور و جبروت سے مرعوب ہو کر دعوت الی الحق کی تحریک روکی نہیں جاتی اور اگر رکتی بھی ہے تو اس طرح کہ:

رکتی ہے مری طبع تو ہوتی ہے رواں اور ۸۔ دعوت الی الحق کے لئے شجاعت قلب درکار ہے۔ جرات انسان کی حالت ہے۔ زور زور دست و بازو کی ضرورت ہے کہ خواہ کچھ ہی پیش

آئے اور خدام کیسی ہی زمینیں شک راہ ہوں مگر اپنے مشن کو سنبھالے رہے۔ دم نہ ہائے اور کبھی مرعوب نہ ہو۔

۹۔ بڑے کام کے لئے بڑی قربانی کی ضرورت ہے، صرف دفع وقت سے رفع استبداد ممکن نہیں۔ اس قربان کاہ پر سب سے پہلے اپنی جان کی ہیضت چڑھانے کے لئے آمادہ ہونا چاہئے۔ اس راہ میں سٹاکاؤں منہ نہیں کھلے کرنا پڑیں گی۔ مشکل سے مشکل امتحان دینے ہوں گے۔ شہداء و نوازل کے طرف مقابل ہونا پڑے گا اور ہر قدم پر اس دستور العمل کی پابندی کرنی پڑے گی کہ:

ترک جان، ترک مال و ترک شہر در طریق مشق اول منزل است حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہی خطاب جرات کی تھی؟

۱۰۔ حق و صدق کی مقادیر ہمیشہ ناکام رہی ہے، دست ستم اس میں خنل ڈال سکتا ہے، ضرر پہنچا سکتا ہے پر اس کو فنا نہیں کر سکتا۔ عزم و ثبات سے تمام بندھشیں ٹوٹ جاتی ہیں۔ مخالفین ذلیل ہوتے ہیں۔ استبداد سے نجات ملتی ہے اور انجام کار برکت حاصل ہوتی ہے کہ واللہ عاقبت للمستقین دعوت الی الحق کی یہ نتیجہ خیز سکیم خود حضرت الہی کی ترتیب دی ہوئی ہے۔ جو لوگ شب و روز نبی اسکیموں کا خواب دیکھتے ہیں ان کو پیام پہنچا دو یہ پاک موضوع اس سے زیادہ تشریح کا طالب تھا مگر افسوس:

کہ باہر حوصلہ سوز است و جملہ بد مستند

